بھرم کھُل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا

محمد قاسم

ABSTRACT:

This Research article is an analytical study of english translation of the poetry of Mirza Asdullah Khan Ghalib by Sarfraz. K. Niazi. This translation was published under the title of *Love Sonnets of Ghalib* by Rupa & Co New Dehli in 2002. This is the first complete english translation, explication, lexicon and translitration of Mirza Ghalib's Urdu Poetry in English. While translating Ghalib, Sarfraz Niazi has adopted much and more from Yousaf Hussain Khan's *Urdu Ghazals of Ghalib* but didnot mention in preface or elsewhere. There are so many places On the pages of *Love Sonnets of Ghalib* Where these translations seem to be Plagerised:

Key Words:

Ghalib, Sarfraz Niazi, Yousuf Hussain Khan, English Translation,

سرفراز نیازی کی کتاب *Love Sonnets of Ghalib* دیوان غالب کا وہ پہلا مکمل ترین ترجمہ ہے جس میں محض کلام غالب کو ترجمہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ شرح ، وضاحت ، فرہنگ اور نقلِ حرفی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ یوسف حسین خاں کے ترجمے پر اس لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے کہ اس میں تمام وضاحت طلب امور کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جو غالب کے کلام کی ترجمانی اور وضاحت میں معاون ثابت ہوں۔

Urdu ghazals of Ghalib کلام غالب کو بجا طور پر عالمی سطح پر اجاگر کرنے کی اولین منظّم کاوش تھی۔ جس کا ذکر یوسف حسین خاں نے آغاز میں کیا ہے اور کم و بیش یہی تذکرہ ڈاکٹر عابدہ بیگم نے دیباچے میں بھی کیا ہے لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ اس مساعی جمیلہ میں اُن امور کو ملحوظ نہیں رکھا گیا جو غالب کے کلام و فکر کے ابلاغ اور بالخصوص اجنبی ماحول اور تہذیب سے روشناس کرانے کے لیے لازم تھے۔ بہر حال *Love Sonnets of*

Ghalib میں غالب کے فکر و خیال کی ترجمانی اور شرح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ غالب کے متداول دیوان کا مکمل ترجمہ ہے۔ جس میں صادقین کی مصوری کے متعدد نمونے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ترجمہ میں پہلی مرتبہ 2002 میں Rupa & Co نئی دہلی سے شایع ہوا۔ اس کے مترجم سرفراز نیازی ہیں جو علامہ نیاز فتح پوری کے پوتے ہیں۔ جناب نیازی نے ابتدائیہ میں یہ اطلاع بھی دی ہے کہ تا حال کلام غالب کا کوئی معتبر اور مستند ترجمہ دستیاب نہیں ہے۔ اسی لیے مترجم نے یہ رستہ منتخب کیا کہ وہ لفظی ترجمہ کو اپنائے اور اس کے ساتھ ساتھ اس ترجمہ کی وضاحت بھی کرے۔ یہاں ہر جگہ شعر کو دو سطروں میں ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس ترجمے کی تعین قدر کے ضمن میں کچھ مثالیں پیش کی جائیں گی، کہ مترجم نے کلام غالب کی نمائندگی کس طور اور کس سطح پر کی ہے اور کیا غالب کی ترجمانی کے یہ تمام ترنمونے سرفراز نیازی کی محض اپنی ہی کاوش ہے یا ان ''عجب نقشوں''، ''نرالی صورتوں'' میں کسی اور کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔ خیر اس کا ذکر تو اپنے مقام پر ہوگا۔ پہلے مترجم کی سخن شناسی، غالب فہمی اور ترجمانی کی مثالیں دیکھیے:

(ا)

اس لفظی ترجمے کی چند مثالیں جہاں مترجم نے متن سے وفادار رہتے ہوئے مفہوم کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے:

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل
خوں کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

The bud begin to blossom again and thus today I saw my Heart
What was lost before, I now find wounded and bleeding[۱]

حال دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی
ہم نے بارہا ڈھونڈا تم نے بارہا پایا

Surly, the whereabouts of my heart are not known but even,
As I searched for it over and over, you found it, again and again[۲]

پہلے شعر کے ترجمے کی خوبصورتی یہ ہے کہ مترجم نے کھلنے کی مناسبت سے لفظ blossom منتخب کیا ہے جو متن کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور دوسرے مصرع کا ترجمہ بھی بہت عمدہ ہے جہاں دل گم گشتہ کی بازیافت ترجمے میں بغیر کسی اضافے کے واضح نظر آتی ہے۔

دوسرے شعر کا ترجمہ بھی عمدہ ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو معصومانہ شوخی غالب کے متن کا حصہ وہی شوخی ترجمہ میں بھی ہے یعنی کسی کو کوئی گم شدہ شے مل جائے تو وہ ازرہ شوخی کہتا ہے، ہم کو اگر مل گئی تو ہم نہیں دیں گے۔

اسی رعایت کو غالب نے شعر میں برتا ہے اور یہ رعایت میں ترجمہ میں بھی دکھائی گئی ہے۔ بار ہا ڈھونڈنے اور پانے کے عمل کو بھی مترجم نے خوب پہچانا ہے۔ ایک اور مثال دیکھیے:

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

How sweet are your lips, that the rival
Did not get sour at your rebukes[۳]

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

The news is hot that of her arrival
Just today, there is not even a rag in my home[۴]

پہلے شعر کے ترجمے کی خوبی یہ ہے کہ مترجم نے چھوٹی بحر کے تناسب سے ترجمے میں بھی کم سے کم الفاظ برتے ہیں اور غیر ضروری لفظ استعمال نہیں کیا۔ دوسرے مصرع میں بے مزہ کے لیے sour کا انتخاب عمدہ ہے، یعنی محبوب کی شکر لبی sour کے لفظ کے مقابل مزید واضح ہو جاتی ہے۔ گالیوں کے لیے اگرچہ rebukes یعنی جھڑکیوں کو برتا گیا ہے جو مناسب نہیں ہے اگر rebukes کے بجائے verbals کا انتخاب کیا جاتا تو شعر کا ترجمہ مزید پُر لطف ہو جاتا۔

دوسرے شعر میں غالب نے 'خبر گرم' کا محاورہ برتا ہے۔ مترجم نے اس محاورے کی خوبی کو ترجمے کا حصہ بنایا ہے۔ یعنی The news is hot کہنے سے معانی کی تاثیر میں اضافہ بھی ہوا اور ترسیل بھی اچھی طرح ہو پائی ہے لیکن اس ترجمہ میں دوسری سطر ذرا طویل ہوگئی ہے۔

جس قدر روح نباتی ہے جگر تشنہ ناز
دے ہے تسکیں بہ دم آب بقا موج شراب

As much as the soul of plants is desperate to bloom,
The wave of wine gives consolation like the gulp of water
of life[۵]

غالب کی یہ مسلسل غزل برسات، موسم گُل کی کیفیات اور شراب کے تذکرے سے بھری ہوئی ہے۔ روح نباتی لہلہانے اور اٹکھیلیاں کرنے کے لیے جس قدر بے قرار اور بے چین ہے۔ مترجم نے اس شدت تاثر اور بے چینی کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے 'desperate to bloom' ترجمہ کیا ہے اور جگر کے لفظ کا محض لفظی ترجمہ کرنے سے گریز کیا ہے۔ دوسرے مصرع کا لفظی ترجمہ کرتے ہوئے معانی کی تفہیم تک رسائی یقینی بنائی ہے۔ تسکین کے لیے لفظ console اچھا متبادل ہے۔

مجھے اب دیکھ کر ابر شفق آلودہ یاد آیا
کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر

Now seeing the red lining of clouds has reminded me,
How a fire used to rain on this garden waiting for in separation[۶]

'آتش برستی تھی' جہاں ماضی کے واقعے کی طرف اشارہ کر رہی ہے، وہیں اس میں تکرار و تسلسل کے معانی بھی سموئے گئے ہیں۔ مترجم نے اسی کا خیال کرتے ہوئے 'fire used to' ترجمہ کیا ہے۔ جس میں ماضی و تسلسل، دونوں مفہوم سمٹ آئے ہیں۔ گویا معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی فرقت میں آتش تکرار و تسلسل کے ساتھ برستی تھی۔ اس ترجمہ میں جو مرقع غالب کے ہاں ہے بالکل وہی تصویر مترجم نے بھی دکھائی ہے اور اس میں کسی قسم کا اضافہ یا کمی نہیں کی۔ ایک اور مثال درج ذیل ہے:

ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لیے بہار
میرا رقیب ہے نفس عطر سائے گل

It is for you that the spring creats all of this
My rival is the fragrant breath of flowers[۷]

'نفسِ عطرِ سائے گل' یعنی پھول کے معطر و معنبر سانس کی مناسبت سے مترجم نے محض fragrance برتنے کے بجائے 'fragrant breath of flowers' کا مکمل لفظی ترجمہ کیا ہے اور اسی باعث رقیب کی پہچان نمایاں ہو گئی ہے___ گویا غالب نے نفس کا لفظ محض سانس کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ پھول کو ذی نفس و مشخص کر کے رقیب کا سا وجود عطا کر دیا ہے اور یہ خوبی ترجمہ میں بھی پوری طرح سے جلوہ گر ہے۔ پہلے مصرع کے ترجمے میں creates کے لفظ کا انتخاب بھی عمدہ ہے۔ مترجم نے اس شعر کا ترجمہ بہت عمدگی اور مہارت سے کیا ہے اور رعایات متن کو ملحوظ رکھا ہے۔ ترجمے کی مزید مثال دیکھیے:

نشہ رنگ سے ہے واشد گل
مست کب بند قبا باندھتے ہیں

The intoxication of color makes flower bloom
When do the intoxicated ones tie their tunic?[۸]

'واشد گل' یعنی پھولوں کے کھلنے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کھلنا ہی ترجمہ کا حصہ بنا ہے اور bloom کا لفظ اس کے لیے موزوں ہے۔ نشہ و رنگ سے پھولوں کا اپنے بند قبا کھولنا اور مستوں کے بند قبا کے کھلنے کی پوری داستان ترجمہ کا حصہ ہے۔ البتہ قبا کے لیے tunic کے بجائے robe استعمال کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ یہ لفظ عام طور سے کوٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۲)

اب تک پیش کی گئی مثالیں اس ترجمہ کی خوبیوں سے متعلق تھیں۔ اب 'بارے کچھ غلطیوں کا بیاں ہو جائے' کہ مترجم سے کہاں کہاں لغزشیں ہوئی ہیں۔ ابتداءً کچھ ایسی مثالیں پیش کی جائیں گی جہاں مترجم نے باریک نکتوں اور نزاکتوں کو فراموش کر دیا ہے اور بعد ازاں وہ مثالیں پیش نظر ہوں گی جہاں تراجم غلط محض ہو کر رہ گئے ہیں:

شوق ہر رنگ رقیب سرو ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

Passion in every form proved to be enemy of to life and belongings,
Qais, even in the illusion of pictures, was portrayed naked and forlorn[۹]

اس ترجمے کی بنیادی خرابی یہ ہے کہ غالب نے 'تصویر کے پردے' کا ذکر کیا ہے جب کہ مترجم نے تصویر کو تصویروں میں تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ پردے کو جانے کس بنا پر illusion یعنی اشتباہ و التباس سے متبادل کر دکھایا ہے۔ یہاں تو پردہ veil کے معنوں میں برتا گیا ہے۔ اس نزاکت کو فراموش کرنے کے علاوہ اس ترجمہ میں 'to life' اور 'Forlorn' کے الفاظ زوائد کے زمرے میں آتے ہیں۔ جب belongings کہہ دیا تو 'to life' بے معنی ہو گیا اور جب عریانی کی بات ہوگئی تو 'بے چارگی' کا تذکرہ کرنا کیوں ضروری محسوس ہوا؟ غالب نے تو محض اتنا کہا ہے کہ عشق ہر طرح سے آرائش و تکلف کا دشمن ہے۔ کیونکہ قیس عشق و جنون دونوں کا استعارہ ہے، اسی تناسب سے غالب نے اس کی مناسبت کو اس شعر میں نظم کیا ہے:

نہیں دل میں مرے وہ قطرہ خوں
جس سے مژگاں ہوئی نہ ہو گل باز

Not present in my heart is that drop of blood,
with which my eyelashes have not played the game of tossing flowers[۱۰]

اس ترجمے میں مترجم نے گل باز کو محض پھولوں سے کھیلنے والا گردانا ہے اور اس کا ترجمہ flowers کر دیا ہے، جو درست نہیں ہے۔ جس کی بنیادی وجہ رعایات کو ملحوظ نہ رکھنا ہے۔ مصرع اول میں قطرہ خون کی رعایت رکھی گئی ہے اور اس قطرہ خون سے گل بازی کے لیے غالب نے گل کو بہ معنی گلاب نظم کیا ہے۔ گلاب کی سرخی اور اشک خونیں کی مناسبت ہی اس شعر کی جان ہے اور جناب نیازی نے وہی فراموش کر دی ہے۔ ایک اور مثال دیکھیے:

اڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار میں
بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

My ashes keep blowing over in the alley of beloved;

At least, now o! Breeze, the desire for wings and feather is gone[۱۱]

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

The heart searches again for the leisure that round the clock,
We would keep sitting, contemplating the thoughts of sweet heart[۱۲]

پہلے شعر کے ترجمہ میں مترجم سے دو غلطیاں ہوئی ہیں۔ اولاً خاک کو بجائے dust کے ashes گمان کرنا اور ثانیاً کوئے یار کے لیے 'alley' کا انتخاب۔ اس لفظ کا مطلب تنگ گلی/ راستہ کے مفاہیم دیتا ہے۔ بہتر ہوتا کہ street/lane میں سے کسی لفظ کا انتخاب کیا جاتا جو متن سے بھی متعلق ہوتا اور خاک کو راکھ میں تبدیل کرنے سے خرابی یہ ہوئی ہے کہ اس کا اشارہ cremation یا کریا کرم کی طرف جاتا ہے، جو بہر حال کسی خاص مذہب اور عقیدے کے لوگوں سے منسوب ہے۔ یہاں ذرا سی غلطی سے مفہوم کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے! جو بات مضمون میں نہیں تھی وہ جناب مترجم نے ترجمے میں مہیا کر دی ہے۔علاوہ ازیں Desire سے کہیں موزوں لفظ passion ہے اور متن کی کیفیت اس لفظ کے برتنے سے زیادہ مئوثر ہوسکتی تھی۔

دوسرے شعر کے ترجمہ میں اس نزاکت کو فراموش کر دیا گیا ہے اور ڈھونڈنے سے محض لغوی مطلب مراد لیا گیا ہے اور searches کو متبادل سمجھ لیا گیا ہے۔ حالاں کہ یہ شعر ایک خاص ذہنی کیفیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہاں ڈھونڈنے سے مراد seeks یعنی چاہنے کے ہیں اور یہ اسی خواہش کو ظاہر کرتے ہیں جس کا دوسرے مصرع میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۳)

اب کچھ سنگین لغزشوں کی طرف اشارہ ہو جائے کہ جناب نیازی نے کہاں کہاں مطالب کو خلط ملط کر دیا ہے اور ان جگہوں پر ترجمہ غلط محض ہو کے رہ گیا ہے۔ پہلی مثال درج ذیل ہے:

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں
ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہیں

Offering odes to your agile horse, we call it wind;
We merely put hot air in our expression[۱۳]

غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

Ask not about the mistakes in our expression

People construe a plaint as if it were bound to get there[۱۴]

پہلے شعر کے ترجمے میں مترجم سے غلطی یہ ہوئی کہ انھوں نے توسن کو بجائے صبا کے ہوا باندھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غالب نے توسن کو صبا سے تشبیہ اس لیے دی ہے کہ محبوب کے گھوڑے اور صبا میں جو قدر مشترک ہے، وہ شوخیاں اور اٹکھیلیاں ہیں۔ یہ شوخی اور رعایت wind کہہ دینے سے فراموش ہوگئی اور ربط معنوی بھی ختم ہوگیا ہے۔ ترجمے میں فاش غلطی یہ ہوئی کہ اگر محض تشبیہ تک مترجم محدود رہتے تو ترجمہ بہتر بھی ہوتا اور بامعنی بھی۔ تشبیہ پر غور کرنے کے بجائے مترجم نے محبوب کے گھوڑے کو گیت سنانے 'offering odes' شروع کر دیے ہیں اور شعر کی تمام فضا کو محفل غنا میں ''زورِ تخیل'' سے تبدیل کر دیا ہے۔

دوسرے شعر کے ترجمہ میں تو اس سے بھی انوکھی بات کی گئی ہے۔ 'غلطی ہائے مضامیں' کا تذکرہ کرتے ہوئے غالب نے شعرائے کرام کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کے مضامین کی غلطیاں نہ پوچھو ان کی معمولی غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں' نالہ رسا ہوتا تو بندھتا ہی کیسے؟ جناب مترجم نے 'غلطی ہائے مضامیں' کو 'mistakes in our expression' سے تعبیر کرتے ہوئے دو سنگین غلطیاں کی ہیں۔ اولاً غالب نے مضمون کی غلطی کی بات کی ہے جسے مترجم نے اسلوب اظہار کی غلطی سمجھ لیا ہے۔ اور ثانیاً یہ غلطی غالب کے کھاتے میں ڈال دی ہے جب کہ حقیقت حال اس سے مختلف ہے۔ 'جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے':

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

So I love u not? Let it be solitude
My solitariness bringing you fame, so let it be[۱۵]

یہاں وحشت، جو جنون و سودائے عشق کی انتہائی کیفیت میں سے ہے، کا ذکر کیا گیا ہے یعنی محبوب عاشق کو کہتا ہے کہ تمہارا عشق بجائے عشق کے وحشت ہے اور پھر اسی وحشت کو شہرت کا باعث کہا گیا ہے۔ جناب مترجم نے وحشت کے لیے بجائے madness / mania کے لفظ solitude کا انتخاب کیا ہے۔ معلوم نہیں ان کو وحشت کا متبادل ''تنہائی'' میں کیوں نظر آیا؟ غالب نے تو تنہائی کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ وحشت اور دیوانہ پن تو کسی کی شہرت کا باعث بن سکتا ہے، لیکن تنہائی کسی کے لیے شہرت و چرچے کا موجب کیسے ہوسکتی ہے؟ اسی نوع کی ایک اور مثال دیکھیے:

اپنی ہستی ہی سے ہو، جو کچھ ہو
آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی

You are because of your existance, who so ever you are;
if it is not awareness, then ignorance let it be[۱۶]

مذکورہ شعر کے دوسرے مصرع میں 'غفلت' کا لفظ نظم کیا گیا ہے۔ یہاں غفلت خود فراموشی اور اپنے وجود سے

دستبرداری کے معنوں میں ہے۔ غالب نے تصوف کے پیچیدہ معاملہ کو دو مصرعوں میں سمو دیا ہے یعنی یا تو عرفان ذات میسر آ جائے اور اگر یہ میسر نہیں آتا تو پھر اپنے وجود کو سچ تصور کیا جائے۔ ہر دو صورتوں میں قربِ حقیقت میسر آئے گا۔ اسی لحاظ سے غالب نے آگہی اور غفلت کے مابین مناسبت قایم کی ہے۔ یہاں مترجم سے سہو ہوا ہے، انھوں نے 'غفلت' کا لغوی مفہوم بھی غلط ترجمہ کیا ہے ignorance بجائے غفلت کے بے علمی و جہالت کے مفاہیم رکھتا ہے، محض الفاظ تک محدود رہنے کے باعث یہ ترجمہ غلط محض ہو گیا ہے۔

(۴)

اب کچھ ایسی مثالیں، جہاں مترجم متن کو سمجھ ہی نہیں پائے اور متن کو نئے مفاہیم عطا کر دیے ہیں۔ ان میں سے کچھ غلطیاں محض لغوی ترجمہ کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لے کے دل ، دلستاں روانہ ہوا

Is it a robbery or teasing hearts?
usurping the heart, the heart teaser has fled [17]

دلستانی سے مراد 'دل لینا' کے ہیں اور دلستاں سے مراد دل لینے والا یعنی محبوب ہے۔ مترجم نے اس کو 'teasing' یعنی دل کو تنگ کرنا/ستانا اور دلستاں کو heart teaser ترجمہ کیا ہے۔ جو کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔ دل لینا اور دل کو تنگ کرنا/ ستانا دو الگ الگ مفاہیم ہیں۔ غالب کا شکوہ ہی یہ ہے کہ محبوب نے آناً فاناً دل چرایا اور چرا کے چلتا بنا۔ نہ ہی ناز و انداز دکھائے۔ نہ بات چیت ہوئی اور انوکھے انداز سے دل چرا لیا۔ اسی شکوہ کو غالب نے شعر کی صورت عطا کی ہے۔ 'دل ستانی' کو دوسرے مصرع میں ''لے کے دل'' سے بھی رعایت ہے۔ مترجم اس نکتے کو ہی سمجھ لیتے تو غلط مفہوم ترجمے کو عطا کرنے سے بچ جاتے۔ ایک اور مثال دیکھیے:

ایک عالم پہ ہیں طوفانی کیفیت فصل
موجہ سبزہ نوخیز سے تاموج شراب

At their peak are the stormy conditions of the crops,
From he waving fresh grass to the wave of wine [18]

غالب نے اس مسلسل غزل میں شراب، برسات اور بہار کی کیفیات کا تذکرہ مختلف پیرایوں میں کیا ہے۔ مترجم اگر یہ مناسبات ملحوظ رکھتے تو ایسا ''کمال فن'' برتنے سے احتراز کرتے۔ 'طوفانی کیفیت فصل' بہار کی شدید کیفیات کے تاثر کو اجاگر کرنے کے لیے برتا گیا ہے۔ مترجم نے فصل کو موسم بہار سے تعبیر کرنے کے بجائے نے ''پرواز تخیل'' کے باعث کاشت کی جانے والی فصلوں 'Crops' میں تبدیل کر دیا ہے اور شعر کا چارہ بنا دیا ہے۔ ذیل کی مثال بھی دیکھیے:

ہے کس قدر ہلاک فریب وفائے گل
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

How terribly victimized by flower's deception of faithfulness;
The flowers are laughing at the dealings of the nightingale[19]

مذکورہ نوعیت کی اغلاط پر مبنی ایک اور مثال دیکھیے:

قید ہستی سے رہائی معلوم
اشک کو بے سروپا باندھتے ہیں

Reprieve from the bondage of existance, I know!
Yet we continually shed tears senselessly[20]

پہلے شعر میں 'ہلاک' کا محض لغوی ترجمہ victimized کر دیا گیا ہے۔ جبکہ غالب نے ہلاک کو شیفتگی و مفتون کے معنوں میں نظم کیا ہے یعنی متن میں بلبل کے گل پر مٹنے کا تذکرہ ہے۔ بلبل کی فریب خوردگی کو غالب نے ہلاک کے لفظ سے نمایاں اور گل سے عشق کی شدت کو اجاگر کرنے کے لیے موزوں کیا ہے، گویا وہ گل کے عشق میں ہلاک ہوئی جا رہی ہے۔ مترجم نے victimized بہ معنی 'شکار' ترجمہ کر کے متن سے ماورا ہی مفہوم اخذ کر لیا ہے، جو نادرست ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بُلبل کا تناسب گل کے ساتھ قایم کیا گیا ہے۔ کلاسیکی شعری روایت میں گل سے مراد محض پھول نہیں بلکہ گلاب کا پھول ہے۔ جس کی سرخی اپنی جگہ یک گونہ معنویت رکھتی ہے

اسی طرح دوسرے شعر میں مفہوم کی رعایت کو نظر انداز کرتے ہوئے اشک کو بے سروپا باندھنے کو بھی غلط ترجمہ کیا گیا ہے۔ 'Shed tears senselessly' بہ معنی بے حسی سے مسلسل آنسو بہانا، کس طور سے درست ہے؟ غالب نے آنسو کی بے سروپائی کی رعایت سے شعرا کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اشک کی بے سروپائی کے باوجود یہ لوگ اسے اپنے کلام میں باندھ لیتے ہیں۔ آنسوؤں کی بے سروپائی بھی ان کی رہائی میں معاون نہیں تو قید ہستی سے رہائی کس طور ممکن ہے؟ یعنی شاعری کے عمل میں آنسوؤں کے نظم ہونے کا تذکرہ ہے نہ کہ بے حسی سے اشک بہانے کا عمل۔ جناب نیازی نے متن کی رعایات فراموش کرنے کے ساتھ ساتھ اس غزل کی ردیف باندھتے ہیں، کی طرف بھی توجہ نہیں کی۔ اگر ردیف کی معانی خیزی پر غور کر لیا جاتا تو یقیناً بہتر صورت ہوتی۔

محولہ مثالوں کے علاوہ Love sonnets of Ghalib میں ایسی مثالیں بھی کثرت سے ملتی ہیں جہاں جناب مترجم نے متن کے ترجمے میں اضافی ٹکڑوں اور زواید سے کام لیا ہے لیکن طوالت کے باعث ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ Love sonnets of Ghalib میں ترجمہ تشریح، لغت اور نقلِ حرفی کے اس قدر اہتمام کے باوجود بھی وہ بات نہیں بن پائی جو مترجم کو مطلوب تھی اور جس کا تذکرہ ابتدائیہ میں ان کی طرف سے کیا گیا ہے یعنی یہ کہ غالب کے کلام کا 'کامل ترجمہ' انگریزی زبان میں ناپید ہے۔ نیازی کے تراجم کا جائزہ لینے کے بعد بھی یہ بات سچ ہی معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ نیازی کے تراجم میں متنِ غالب سے وفادار رہنے کی حتی الوسع کوشش بھی کی گئی ہے،

لیکن باوجود اس تمام ترسعی کے مترجم سے ایسی لغزشیں ترجمہ میں راہ پا گئی ہیں کہ ترجمہ بہت سے مقامات پر غلط محض ہو کر رہ گیا ہے۔ نیز متعدد ایسے مقامات ہیں جہاں مترجم کو متن کی رعایات کی تفہیم نہیں ہو سکی اور انھوں نے متن غالب کو اپنے مفاہیم عطا کر دیے ہیں۔

(۵)

کتاب کے پیش لفظ میں سرفراز نیازی نے غالب کی شاعری ترجمے کے مسایل اور ان کی نوعیت کے علاوہ کولمبیا یونیورسٹی کی پروفیسر فرانسس پریچٹ [۲۱] کے حوالے سے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ کلام غالب کا کوئی معتبر اور مستند ترجمہ تاحال دستیاب نہیں ہے۔ اسی لیے انھوں نے اس بارگراں کو اٹھایا اور غالب کی ترجمانی کی مساعی کی اور اس مساعی جمیلہ کے پس منظر میں اخذ و استفادہ کی کسی صورت کو مشخص نہیں ہونے دیا جب کہ غالب کی زبان کو سمجھنے کے لیے اس عہد کے لغات سے استفادے و استناد کرنے کا ذکر بہر حال کیا ہے۔

جناب نیازی سے ربع صدی قبل یوسف حسین خان کا ترجمہ کلام غالب کی ترجمانی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ اس کے تحدیدات اپنی جگہ لیکن اس کی ادبی حیثیت اور زمانی فوقیت بالخصوص اپنی جگہ مسلم ہے۔ نیازی کی ''ترجمانی'' میں جا بجا یوسف حسین خاں کے ''عکس'' اپنی جھلک دکھلا ہی جاتے ہیں۔ یہ ''پرتو یوسف'' کہیں کہیں تو عکس سے بڑھ کر مجسم آئینہ ہوئے جاتے ہیں۔ اور آئینہ نمائی کا کوئی اشارہ غالب کے اس ترجمان کے ہاں مذکور نہیں بلکہ ہر لحاظ سے مستور ہے۔

واقعہ یہ ہے نیازی نے اپنا ''نقش'' تیار کرتے ہوئے *Urdu Ghazals of Ghalib* سے نہ یہ کہ بھرپور استفادہ کیا ہے بلکہ کئی مقامات پر یہ استفادہ، سرقہ کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ سرقہ کے یہ منہ بولتے مرقعے اس بات کے غماز ہیں کہ ان میں رنگ کسی اور کا ہے۔ ذیل میں یوسف حسین خان کے تراجم سے توارد و سرقے کی چند مثالیں دیکھیے:

غم ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

O! Asad! What can relieve the grief of life except death?
The Candle Burns, as it must, till the break of dawn:[۲۲]

O Asad, none but death
Can Care the sorrows of this life,
The Candle burns as it must
untill the break of dawn[۲۳]

غالب کے محولہ شعر کی پہلی ترجمانی جناب سرفراز نیازی جبکہ دوسرا ترجمہ یوسف حسین خان کا ہے۔ نیازی نے اسے

دو سطروں میں جب کہ یوسف حسین خاں نے چار سطروں میں ترجمہ کیا ہے۔ جناب نیازی نے مصرع ثانی کو ترجمہ کرتے ہوئے یوسف حسین خان کے ترجمے بعینہ محض ایک سطر میں کھپانے کے علاوہ کچھ بھی تو نہیں کیا۔بس Untill کی جگہ till کر دیا ہے۔ باقی تمام کا تمام ترجمہ یوسف حسین خان کا ہے۔بس نیازی نے اک ذرا ترتیب بدل کر اسے اپنا بنا لیا ہے۔

ایک اور مثال دیکھیے:

پھر بھر رہا ہوں خامہ مژگاں بہ خون دل
ساز چمن طرازی داماں کیے ہوئے

Again, I am dipping my pen of eyelashes in the heart's blood
intending to draw decorative flowers on my hem.[۲۴]

I am again dipping the pen of eyelashe
into hearts blood, to make an embrodered
Design of flowers on the skirt.[۲۵]

پہلے مصرع کا ترجمہ یوسف حسین کے ترجمے کی نقل محض کے سوا کچھ نہیں۔ سوائے لفظ Again کی ترتیب بدلنے کے جب کہ ''ساز چمن طرازی داماں'' کی ترکیب کی معنوی رعایت کو سمجھے بغیر اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ لفظ Hem کسی کپڑے کے کنارے حاشیے کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ یہاں محل دامان کا ہے۔ دامن کی گل کاریاں اور ساز چمن طرازی Skirt سے پھر بھی کسی قدر مناسبت رکھتی ہیں۔ دامن کے لیے hem یا Lap سے موزوں لفظ Skirt کا ہے اور جس تہذیب کے قارئین کے لیے یہ مساعی کی گئی ہے وہ بھی اس سے خوب واقف ہیں۔ Skirt پر بیل بوٹے کاڑھنے سے کون واقف نہیں۔ ایک اور مثال درج ذیل ہے:

جب تک کہ دیکھا نہ تھا قد یار کا عالم
میں معتقد فتنہ محشر نہ ہوا تھا

Untill I saw the grandeur of the stature of the beloved,
I did not believe in the Commotion maker of the day of Resurrection. [۲٦]

Before my eyes beheld
The stature of my beloved
I did not believe in the Commotion
of the Day of Resurrection.[۲۷]

اس شعر کے دوسرے مصرع کا ترجمہ بھی ہو بہ ہو یوسف حسین کے ترجمے کا چربہ ہے۔ غالب نے ''معتقد فتنہ محشر'' کی

بات کی ہے جبکہ سرفراز نیازی نے Maker کا اضافہ اپنی طرف سے کر دیا ہے۔ جناب مترجم نے دیباچے میں لفظی ترجمے کے اپنانے کا مذکور کیا ہے۔لیکن یہاں جولفظ غالب کے متن کا حصہ ہی نہیں ہے۔مترجم نے اسے بھی ترجمے میں کھپا ڈالا ہے۔ایک اور مثال درج ذیل ہے:

جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

Let the river of blood flow from the eyes for 'tis the night
of separation,
So I shall think that two candles have been lit.[۲۸]

Let a stream of blood flow from the eyes,
for tis the night of separation,
So I shall think that there
Two Candles have been lit.[۲۹]

درج بالا شعر کا ترجمہ مکمل طور پر سرقہ ہے۔ یہاں جناب نیازی نے ''جوئے خوں'' کو''خون کے دریا'' میں مبدل فرما دیا ہے۔Stream کا لفظ River کی نسبت متن سے مناسب رکھتا ہے۔ غالب نے ''شام فراق'' کی بات کی ہے اور اسی مناسبت سے ''شمعیں دو فرزاں'' کا ذکر کیا ہے۔ سر شام شمع کے جلنے کے عمل کو جہاں یوسف حسین خان نے فراموش کیا ہے وہیں جناب نیازی نے مکھی پر مکھی مارتے ہوئے eve of separation کے بجائے night of separation برقرار رکھا ہے۔شام فراق اور شمعیں فروزاں کی مناسبتیں مکمل طور پر فراموش کر دی گئیں ہیں اور یوں وہ امیجری جو متن غالب میں شام کا منظر اور متعلقات لیے ہوئے ہے، ترجمے تک پہنچتے پہنچتے رات کے منظر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جو بہر حال اس تدریجی عمل کی نفی کرتی ہے جو محولہ شعر میں موجود ہے۔پیش کردہ مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سرفراز نیازی نے کلام غالب کا ترجمہ کرتے ہوئے نہ یہ کہ *Urdu Ghazals of Ghalib* سے استفادہ کیا بلکہ بہت سے مقامات پر نقل محض کرتے ہوئے سرقہ سے کام لیا ہے جو بہر حال بہت ہی افسوس ناک ہے اور اس علمی خیانت کے ارتکاب کے باعث اس کا پایہ اعتبار، اگر کچھ تھا بھی تو بری طرح مجروح ہو کے رہ گیا ہے۔ غالب کے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے۔

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اسی طرہ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

حوالے وحواشی:

1 Sarfraz Niazi, *Love Sonnets of Ghalib*, New Delhi: Rupa & Co, 2002, P140.

2 Ibid., P15.

3 Ibid., P118.

4 Ibid., P119.

5 Ibid., P206.

6 Ibid., P253.

7 Ibid., P314.

8 Ibid., P417.

9 Ibid., P21.

10 Ibid., P287.

11 Ibid., P600.

12 Ibid., P876.

13 Ibid., P414.

14 Ibid., P417.

15 Ibid., P565.

16 Ibid., P507.

17 Ibid., P120.

18 Ibid., P208.

19 Ibid., P313.

20 Ibid., P416.

۲۱ فرانس پریچٹ کی اس رائے کو استناد بخشنے سے پہلے فاضل مترجم قرۃ العین حیدر کی کتاب *Ghalib & His Poetry* یا احمد علی کا ترجمہ *Ghalib: Selected Poems* کا بالا ستیعاب مطالعہ کرتے تو ان کی رائے یقیناً مختلف ہوتی۔ مذکورہ تراجم میں متن غالب سے وفاداری کا ہر لحاظ سے خیال رکھا گیا ہے اور مفہوم و معانی کی ترسیل کو بھی مقدم رکھنے کی بھرپور مساعی کی گئی ہے۔

22 Sarfraz Niazi, *Love Sonnets of Ghalib*, P309.

23 Yousaf Hussain Khan, *Urdu Ghazals of Ghalib*, New Delhi: Ghalib Institute 1977, P106

24 Sarfraz Niazi, *Love Sonnets of Ghalib*, P872

25 Yousaf Hussain Khan, *Urdu Ghazals of Ghalib*, P216

26 Sarfraz Niazi, *Love Sonnets of Ghalib*, P165

27 Yousaf Hussain Khan, *Urdu Ghazals of Ghalib*, P51

28 Sarfraz Niazi, *Love Sonnets of Ghalib*, P427

29. Yousaf Hussain Khan, *Urdu Ghazals of Ghalib*, P142